ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

شکیل امجد صادق
پی ایچ ڈی سکالر، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس ۔
پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان
ڈائریکٹر ایڈوانس سٹڈیز (سوشل سائنسز)، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس ۔

ظفر اقبال کی کالم نویسی

Shakeel Amjad Sadiq *
Ph.d Scholar, Ripha International University Faisalabad Campus.
Prof. Dr. Muhammad Asif Awan
Director Advance studies (Social Sciences), Ripha International University Faisalabad Campus.

***Corresponding Author:** shakeelamjadsadiq@gmail.com

Column Writing by Zafar Iqbal

Zafra Iqbal was associated with Urdu literature since childhood. He started writing poetry during his college studies. His collection of poetry has been published in five volumes under the name " اب تک"which includes thirty of his ghazal collections. There are 3630 Ghazals and 32677 Poems in these collections. The happy thing is that despite his old age, his poetic and literary journey continues. A collection of his critical essays has been published in four volumes under the name of "لا تنقید" Fiqahya columns were printed under the title of "خشت زعفران" and then Faqahya columns were published under the title of "دال دلیا" in four volumes. The collections of Punjabi poetry have been published with the title "پنڈو کڑی" Zafar Iqbal holds a unique and high position in his Punjabi poetry, column, writing and criticism, but his distinction is his approach in Urdu ghazal writing. The description of diverse social, political and economic realities has earned him the sanctity of a multifaceted poet.

Key Words: *zafer Iqbal, poet, coloumist, critic, khisht e zafran, Daal dallea, Latenqeed, Abb tak, volium 5 etc.*

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

کالم نویسی باقاعدہ ایک فن، اہم فریضہ اور ذمہ داری کا کام ہے۔ کالم نگار معاشرے کی تصویر کو اپنے خیالات، نظریات اور فکر کے ذریعے قلم کی دو دھاری تلوار سے اپنے الفاظ کے روپ میں ڈھال کر سماج کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ایک کالم نگار اپنے خیالات اور افکار کو اپنی تحریر کے ذریعے دوسروں کے دل و دماغ میں اپنے مشاہدات کے ذریعے ڈھالنا چاہتا ہے۔ کالم(Column) فرانسیسی لفظColomne اور لاطینی لفظColumne سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی کھمبا، ستون، مینار اور اخبار کے ہیں۔ فیروز اللغات کے مطابق:

"کالم صفحے کا حصّہ خصوصاً اخبار کا خانہ، فوج کا دستہ ہے۔"(۱)

اصطلاحی طور پر کالم اخباری صفحے کا ایک صحافتی جزو ہے جس میں کالم نگار اپنے مخصوص انداز میں کسی خاص موضوع پر اپنی دلچسپ تحریر کو قارئین کی نذر کرتا ہے۔ کالم نویسی کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر شفیق جالندھری لکھتے ہیں:

> "صفحات کی تقسیم اوپر سے نیچے کی طرف آٹھ حصوں میں کی جاتی ہے۔ ان حصوں کی حیثیت چوڑائی میں کم اور اوپر کی طرف لمبائی میں زیادہ ہونے کی وجہ سے ستون اور کھمبے جیسی ہوتی ہے جس کی وجہ سے صفحہ کے یہ تقسیم شدہ حصے کالم کہلاتے ہیں۔"(۲)

کالم نویسی صحافت کا ایک اہم حصہ ہے۔ نامور کالم نویسوں نے حالاتِ حاضرہ پر تنقید اور تبصرہ نگاری کے ذریعے پیچیدہ اور گھنجلک معاملات کو سلجھانے اور مسائل کے حل کے لیے بے بہا ذمہ داریاں سر انجام دی ہیں۔ کالم نویس اپنے کالموں میں اپنی رائے کا اظہار ضرور کرتے ہیں۔ کالم نویس تازہ خبروں پر اپنے تبصرے اور اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ یہ رائے کالم نویس کی اپنی انفرادی رائے ہوتی ہے۔ اس رائے کے ذریعے یہ بات سمجھائی جاتی ہے کہ مسائل کو کیسے حل کیا جاتا ہے؟ اس طرح مسائل کو پیش بھی کر دیا جاتا ہے اور کالم کی معنویت بھی اجاگر ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر عبد السلام خورشید اپنی کتاب "فنِ صحافت" میں لکھتے ہیں:

> "ہر اخبار میں کچھ مستقل عنوان ہوتے ہیں۔ بعض کے تحت خبریں، اطلاعات یا معلومات پیش کی جاتی ہیں اور بعض کے نزدیک مزاحیہ، دینی، طبّی، سائنسی اور پس منظری مواد دیا جاتا ہے۔ موخر الذکر عنوانات کو صحافتی اصطلاح میں کالم یا خصوصی کالم کہتے ہیں اور لکھنے والے کے لیے کالم نویس، کالم نگار کی اصطلاح رائج ہے۔ کالم نویس چاہے تو اپنا اصلی نام دے دے، چاہے تو قلمی نام اختیار کر لے۔"(۳)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

کالم نگار کے ارتقائی مراحل کے حوالے سے بات کریں تو بیسویں صدی میں کالم نگاری نے عروج حاصل کیا لیکن عصرِ حاصل میں بھی کالم نگاری کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کالم معاصر اردو صحافت کا ایک اہم جزو تصور کیا جاتا ہے۔ کسی بھی اخبار کے لیے اس سے صرفِ نظر ممکن نہیں ہے۔ کالم میں اہم مسائل کا حل، پیچیدہ معاملات کی توضیح اور تازہ ترین خبروں پر نہایت منفرد زاویے سے روشنی ڈالی جاتی ہے لیکن اس تحریر میں اسلوب کی دلکشی اور زبان کی سلاست کو بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ کالم کی تحریر عام تحریروں سے قدرے منفرد ہوتی ہے۔ اس کے اسلوب میں مزاح کی چاشنی اور زبان کی شوخی ہو تو اس تحریر کی تاثیر مزید کامیابی کی ضمانت تصور کی جاتی ہے۔ عام طور پر ادبی کالم نگاروں نے اس روش کو اپنایا ہے اور وہ اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب بھی ثابت ہوتے ہیں۔

کالم اخبار کے ادارتی صفحے کا حُسن ہوتا ہے۔ اگر ایک اخبار میں نامور کالم نویسوں کے تحریر کردہ کالم چھپیں تو اس کالم سے اشاعت کی تعداد اور مقبولیت میں خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اچھے اور بُرے اخباروں کی پہچان اس کے ادارتی صفحے سے ہوتی ہے۔ ادارتی صفحہ پر سب سے زیادہ اہمیت کالم کو ہوتی ہے۔ ہر دور میں وہی اخبار جان دار اور مقبول رہا ہے جس کے کالم نگار جاندار رہے ہیں۔ کالم معاشرے کی تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ کالم ہی قارئین کو زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کالم عوام کی فکری رہنمائی کرتے ہیں کیونکہ عوام جب کالم پڑھتے ہیں تو اُن کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور یہی چیز اُن کی فکری رہنمائی کا ذریعہ بنتی ہے۔

کالم نگار اپنے کالم میں اپنا نقطۂ نظر بیان کرتا ہے اور پڑھنے والے کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ کسی مسئلے کو یونہی قبول نہ کرے بلکہ اس پر غور و فکر کرے یعنی ایک کالم نگار اپنے قارئین کو غور و فکر کی بھی دعوت دیتا ہے اور یہی غور و فکر قارئین کو نیک کاموں کی طرف راغب کرتی ہے اور اُن کے اندر اعلیٰ اخلاقی اقدار فروغ پاتی ہیں۔ ایک کالم نویس صرف سیاست پر ہی نہیں لکھتا بلکہ وہ کئی اور موضوعات کو بھی اپنی تحریروں کا موضوع بناتا ہے۔ کبھی وہ مزاح نگاری سے کام لیتا ہے اور کبھی ان کے کالموں میں ادبی چاشنی پائی جاتی ہے جس سے قارئین کو تفریح کا سامان مہیا ہوتا ہے۔

کالم نگار اپنے کالموں میں حکمرانوں کا محاسبہ کرتا ہے۔ ان کی غلط حکمتِ عملیوں اور کرپشن کے خلاف آواز بلند کرتا ہے۔ اس طرح کالم نگار حکمرانوں کے احتساب کا فریضہ بھی سرانجام دیتا ہے۔ کالم جمہوریت کے استحکام اور جمہوری اقدار کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ کالم نویس اپنے کالم میں مختلف مسائل پر آواز بلند کرتا ہے۔ حکومت کو عوام کے مسائل حل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ عوام کے جتنے بھی مسائل ہوتے ہیں اُن کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

نشاندہی کر کے حکومت کی توجہ ان مسائل کی طرف مبذول کرواتا ہے۔ کالم عوام کے سیاسی، سماجی، تعلیمی، ادبی اور معاشرتی شعور کی بیداری میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ وہ علم ہے جس کی وجہ سے ہم اچھے اور بُرے کی تمیز کرتے ہیں۔

کالم اخبارات کا اہم جزو ہیں۔ اگر کسی بھی اخبار میں کالم نہ لکھتے جائیں تو وہ اخبار زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا۔ کالم نویسی کسی بھی اخبار کی کامیابی میں اہم کردار ادار کرتا ہے۔ اخبار معاشرے کے ہر فرد کا غماز ہے۔ اس میں معاشرتی، سیاسی اور معاشرتی زندگی کے ساتھ ساتھ کسی بھی معاشرے کی کہنہ روایات و رسومات اور جدید و مابعد جدید رسم و رجواج کے بارے میں معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ اب تو اخبار میں انسانی نفسیات اور مشاہدات کے ساتھ ساتھ تجربات بھی در آئے ہیں۔ علم و ادب اور سائنس و ٹیکنالوجی کی ہر خبر کو شائع کیا جاتا ہے۔

زمین اور اس کے چاند کی ساکھ کے ساتھ ساتھ خلاؤں اور آسمانوں کے بہت سے مخفی راز بھی خبروں ہی کے ذریعے افشاں ہو رہے ہیں۔ خبروں کی طرح کالم بھی کئی قسموں کے ہوتے ہیں۔ کالم میں زندگی کے ہر پہلو پر اظہارِ خیال کیا جاسکتا ہے۔ کالموں کے ذریعے انسان دوستی کے ساتھ ساتھ انسانیت کی بھلائی بھی ہو رہی ہے بلکہ انسان دشمن عناصر بھی عیاں ہو رہے ہیں۔ کالم میں زندگی کے ہر شعبے پر نا صرف مفصل گفتگو کی جاسکتی ہے بلکہ زندگی کے ہر شعبے کو واضح بھی کیا جاسکتا ہے۔ اخبار میں لکھے جانے والے کالموں میں بھی طبّی کالم، مذہبی کالم، سیاسی کالم، معاشرتی کالم، تخصیصی کالم، سیاحتی کالم، ڈائری نما کالم، علامتی کالم، نفسیاتی کالم، فیشن، فکاہیہ کالم اور ادبی کالم شامل ہیں۔

کالم نگار کی سب سے پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وہ ایسے مسئلے کو اپنے کالم کا موضوع بنائے جو لوگ پڑھنا پسند کرتے ہیں اور جس مسئلے کی طرف لوگوں کی توجہ زیادہ ہو۔ کالم نویس کو موضوع کو چننے میں کافی غور و فکر اور تدبّر سے کام لینا چاہیے۔ کالم نویس کو چاہیے کہ وہ معاشرتی اور سماجی مسئلے کو اپنے کالم کا موضوع بنائے اور اسے اجاگر کرے تاکہ وہ مسئلہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے اور اربابِ اختیار کی توجہ اس مسئلے کی طرف ہو۔ کالم نویس کے تجربات اور مشاہدات وسیع ہونے چاہئیں۔ چونکہ جس مسئلے کو اپنی تحریر میں سمونا چاہے اس مسئلے پر اس کے پاس وسیع علم، معلومات کا بڑا ذخیرہ اور بھرپور تحقیق ہونی چاہیے۔ کالم نویس کو اس مسئلے کے تمام تر منفی اور مثبت نتائج کا علم ہونا چاہیے تاکہ وہ مسئلہ کامیاب اور کامران طریقے سے کڑی سے کڑی ملاتا ہوا قارئین تک پہنچے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

کالم نویس کو کالم لکھنے سے پہلے اس بات کا ادراک ہونا چاہیے کہ اسے کالم لکھنے کے لیے سادہ الفاظ اور عام فہم تحریر لکھنی ہو گی تا کہ اس کی بات عام قاری سے لے کر ایک تعلیم یافتہ قاری تک با آسانی پہنچ سکے۔ کالم نویس کو پیچیدہ اور ایسے الفاظ ہر گز نہیں لکھنے چاہئیں جس کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے قاری کو کسی قسم کی مشقت کا سامنا کرنا پڑے۔ آپ کی بات کو آدھی پڑھ کر بنا سوچے سمجھے آگے گزر جائے۔ کالم نویسی کا ایک بنیادی اصول یہ بھی ہے کہ تحریر کی لمبائی نہ زیادہ تھوڑی ہو اور نہ ہی اتنی لمبی ہو کہ قاری پڑھتے پڑھتے بوریت کا شکار ہو جائے۔ ایک کالم کی لمبائی مختصر مگر جامع ہونی چاہیے تا کہ قاری خوشی خوشی اسے پڑھ سکے۔ کالم نویس کو ہر قسم کے مذہبی انتشار کو پھیلانے سے گریز کرنا چاہیے تا کہ کسی قسم کا کوئی فرقہ جنم نہ لے اور معاشرے میں موجود دیگر فرقوں کی دل آزاری نہ ہو۔ کالم نویس کو کالم لکھتے وقت اس بات کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی تحریر تمام تر غلطیوں سے پاک ہو۔ گرائمر اور رموز و اوقاف کی کوئی غلطی نہ ہو۔ یہاں تک کہ مدیر کو کالم نویس کے کالم کی جانچ پڑتال کے لیے فقط نظر دوڑانی پڑے نہ کہ غلطیاں دُور کرنے کے لیے تگ و دو کرنی پڑے۔ ایک اچھے کالم نویس کے لیے ضروری ہے کہ اسے حالاتِ حاضرہ کے ساتھ ساتھ دیگر علوم سے بھی آگاہی ہو۔

نثر نگاروں کی تحریروں کے چھپنے کا عمل اخبارات و رسائل سے ہوا۔ اخبار، رسائل، جریدوں کی تاریخ صدیوں پر مشتمل ہے۔ کالم نویسی اُردو کی اصناف میں سے ایک اہم صنف ہے۔ کالم نویسی واحد صنف ہے جس نے الیکٹرانک میڈیا کے آنے سے پہلے تک قاری کو اپنی لپیٹ میں رکھا۔ اب اخبارات میں کالم یا ادارتی سطح تک اخبار کا کلیدی سفر تصور ہوتا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا پر کالم نگاری کی جدید شکل تجزیہ نگاری کہلاتی ہے جس میں قاری تجزیاتی پروگرام کے وقت میں وہ کچھ حاصل کر لیتا ہے جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔ کالم انگریزی کے لفظ (Column) سے ماخوذ ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اُردو میں کالم کے مترادف کے طور پر ابھی تک کوئی لفظ ایجاد نہیں ہوا۔ لہٰذا اسے اُردو میں بھی کالم ہی کہا جاتا ہے۔ اُردو میں کالم نگاری کی ابتدا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا آغاز ۱۸۷۷ء میں اس وقت ہوا جب ہندوستان سے سجاد حسین کی ادارت میں اخبار "اودھ پنچ" جاری ہوا۔ منشی سجاد حسین اس اخبار کے مدیرِ اعلیٰ تھے۔ سجاد حسین نے بذاتِ خود اس اخبار میں فکاہیہ کالم لکھنے شروع کیے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اُردو میں کچھ فارسی شامل کر کے ۱۷۳۱ء میں جعفر زٹلی نے طنزیہ و مزاحیہ شاعری کی طرز پر فکاہیہ کالم لکھے۔ "اودھ پنچ" کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد نے ہفت روزہ "الہلال" جاری کیا۔ وہ خود اس اخبار میں فکاہیہ کالم لکھتے رہے۔ ۱۹۰۳ء میں مولانا ظفر علی خان کے والد مولوی سراج الدین نے لاہور سے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

"زمیندار" اخبار جاری کیا۔ سراج جالدین کے بعد مولانا ظفر علی خان نے اس اخبار کی ادارت سنبھالی۔ ۱۹۲۰ء میں مولانا عبدالمجید سالک بھی "زمیندار" سے منسلک ہو گئے اور فکاہیہ کالم "افکار و حوادث" کے نام سے لکھنے لگے۔

یہ سلسلہ بھی ۲۰ سال تک جاری رہا۔ "زمیندار" میں "حاجی لق لق" کے نام سے مزاحیہ کالم بھی شائع ہوئے۔ عبدالمجید سالک نے "زمیندار" اور "انقلاب" میں کالم لکھے۔ چراغ حسن حسرت نے کلکتہ سے "نئی دنیا" میں "کولمبس" کے نام سے کالم لکھنے شروع کیے۔ لاہور سے "شیراز" اخبار جاری ہوا تو اس میں ان احباب نے بھی کالم نویسی کی۔ ان کے بعد خواجہ حسن نظامی، حالق لق لق، مولانا محمد علی جوہر "کامریڈ" اور "ہمدرد" اخبار نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ ادبی طنز و مزاح لکھنے والوں میں ملا رمزی، شوکت تھانوی، مرزا فرحت اللہ بیگ، سعادت حسن منٹو اور مشفق خواجہ "خانہ بگوش" کے قلمی نام سے مزاحیہ کالم لکھتے رہے۔

انتظار حسین، احمد ندیم قاسمی، نصر اللہ خاں، ڈاکٹر اجمل نیازی، مستنصر حسین تارڑ، ارشاد حقانی، فکر تونسوی، عبدالقادر حسن، جمیل الدین عالی، ابنِ انشاء، مجیب الرحمٰن شامی، امجد اسلام امجد، پروین شاکر، فاطمہ حسن، کشور ناہید، خالد احمد، منو بھائی، اسد اللہ، ارشاد عارف، ظفر اقبال، حسن نثار، دلدار پرویز بھٹی اور بشیر احمد طاہر وہ کالم نگار ہیں جنھوں نے ۹۰ء کی دہائی تک کالم نویسی کی سلطنت میں حکمرانی کی۔ ان میں چند لوگ ابھی بھی کالم نویسی کے ساتھ وابستہ ہیں۔

عہدِ حاضر کے کالم نگاروں میں حامد میر، سلیم صافی، جاوید چودھری، آفتاب اقبال، ظہیر کاشمیری، ارشاد بھٹی، رؤف کلاسرا، اوریا مقبول جان، مظہر عباس، افضال ریحان، راؤ منظر حیات، خورشید ندیم، رضا علی عابدی، زاہدہ حنا انجم سیٹھی، یاسر پیرزادہ، وجاہت مسعود، امر جلیل، اعجاز حفیظ خان، ڈاکٹر مجاہد منصوری، اظہر قاضی، عابد حسین، کشور ناہید، مرزا اختیار بیگ، ڈاکٹر صغریٰ صدف، عرفان صدیقی، ہارون رشید، انصار عباسی، منصور آفاق، الطاف حسین قریشی، ڈاکٹر رامیش کمار، ڈاکٹر رئیس احمد ہمدارنی، شکیل امجد صادق، ندیم سحر، ڈاکٹر اشفاق احمد ورک، ناصف اعوان، سعدیہ قریشی اور بے شمار نام ایسے ہیں جو کالم نویسی کے شعبے سے وابستہ ہیں۔

تمام اقسام کے کالموں پر متعلقہ موضوع پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ عام طور پر سنجیدہ کالموں میں بھی مزاح کی چاشنی شامل کی جاتی ہے تاکہ قاری سنجیدہ کالم پڑھنے کے دوران اکتاہٹ اور بے زاری محسوس نہ کرے۔ کالم کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ کالم نگار کا نقطۂ نظر قاری تک پہنچ جائے۔ موجودہ دور میں سیاسی کالم بہت مقبول ہو رہے ہیں اور کالم نویسی اپنی تاریخ رقم کر رہی ہے۔ یہ تاریخ اُردو صحافت میں سنگِ میل کی حیثیت اختیار کر جائے گی۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

اگر پاکستان کی تخلیق سے قبل ادبی کالم نگاری کی روایت کو دیکھیں تو اُردو میں سر سید اور ان کے رفقاء کو اس حوالے سے اولیت حاصل ہے کہ انھوں نے ادب اور زندگی کو جوڑنے کا کام کیا اور اس مقصد کے لیے انھوں نے رسالہ "تہذیب الاخلاق" جار کیا اور رسالے کے ذریعے اُردو میں مضمون نویسی اور کہانی نویسی کا آغاز کیا۔ یہی کہانی نویسی آخر ش ناول نگاری اور افسانہ نگاری کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور جدید دور تک بہت سے ادیب اس فن میں اپنا نام بنا چکے ہیں۔ اُردو ادب کے نامور ادباء کالم کو بطور تنقید، افسانچہ، کہانی اور تحقیق کا موضوع بنا کر ادب کی خدمت میں مصروفِ عمل نظر آتے ہیں جس کا نقطۂ آغاز "تہذیب الاخلاق" ہے۔ سر سید "تہذیب الاخلاق" کے اغراض و مقاصد کے متعلق لکھتے ہیں:

> "لوگ سوچتے تھے ہم جھنجھوڑتے تھے، لوگ بہرے تھے ہم چلاتے تھے وہ زمانہ گیا نہ وہ ہم رہے اور نہ وہ وہ رہے۔ لوگ جاگے ہیں اور قومی ہمدردی کا راگ گاتے ہیں، الاپتے ہیں مگر ہاں بے سرے ہیں۔ زمانے نے چال بدل لی ہے اور نئی شطرنج بچھائی ہے پھر پرانی چالیں نہ کام کی ہیں اور نہ چلی جاسکتی ہیں۔ بخار دھیما پڑ گیا ہے پھر دوا بھی ایسی تیز نہیں چاہیے۔ تکفر کے فتوے ٹھنڈے پڑ گئے ہیں، نفرت الفت میں بدل گئی ہے۔ اگر اب "تہذیب الاخلاق" کا کچھ کام باقی ہے تو صرف انانیت کو مٹانا اور الحق بلوانا ہے۔ بند پانی بہہ نکلا ہے مگر ٹیڑھی راہ چلا ہے اور پتلی پتلی دھاروں میں بہتا ہے اب "تہذیب الاخلاق" کا کام اس کو راہ پر لانا اور سب دھاروں کو اکٹھا کر کے دریا بنانا ہے۔"(۴)

ادبی کالم میں کالم نویسی ادب سے وابستہ شخصیات، ان کی تخلیقات، ان کے ادب پر اثرات کے متعلق اظہار خیال کرتا ہے۔ ادبی کالم کو تحریر کرنے کے لیے کالم نویس کا مطالعہ ادب وسیع ہونا چاہیے اور وہ اپنی رائے تخلیق کر سکتا ہو۔ ظفر اقبال کے ادبی کالموں کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ کالم کے بارے میں ان کی رائے جانی جائے تا کہ ان کی اپنی رائے کے ذریعے ان کے کالموں کا جائزہ لیا جائے۔ وہ اپنے ایک کالم میں کچھ کالموں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "کالم صرف فکاہی ہوتا ہے جس میں چھیڑ چھاڑ ہلکی پھلکی تنقید یا نوک جھوک ہوتی ہے اور سنجیدگی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لوگ یہ تحریریں اس لیے پڑھ جاتے ہیں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

انھوں نے ظاہر ہے کچھ پڑھنا ہی ہوتا ہے اور ان تحریروں میں گزرے ہوئے کل کے واقعات پر کمنٹ یا تجزیہ ہوتا ہے۔۔۔۔ پھر ایسی تحریروں میں مصنف کا ایک طرف قدرتی جھکاؤ ہوتا ہے اور جو غیر جانبدار ہرگز نہیں ہوتیں اور سیاسی تجزیوں میں مصنف اپنی پسند و ناپسند ہی کے تحت اظہارِ خیال کرتا ہے اور جس میں اختیار کی عمر ایک روزہ ہوتی ہے۔ اس طرح ان میں شائع ہونے والی تحریروں کی زندگی بھی ایک ہی دن کی ہوتی ہے اور اس کے بعد یہ غیر متعلقہ ہو جاتی ہیں اور اس لیے ان کی افادیت نہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے۔ البتہ محققین کے لیے ان میں دلچسپی کا کوئی سامان باقی رہ گیا ہو تو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اس لیے ان کی قسمت طاق نسیاں کی زینت ہونا ہی رہ جاتا ہے"(۵)

ظفر اقبال جب موجودہ دور کے کالموں کا ماضی کے دور کے کالموں سے موازنہ کرتے ہیں تو انھیں احساس ہوتا ہے کہ ماضی کے دور میں لکھے گئے کالم اس دور سے حد درجہ بہتر ہیں۔ ماضی کے کالم نگاروں کے پاس وسائل نہ ہونے کے باوجود بھرپور علم اور مشاہدہ تھا۔ آج کل کالم نویس سوشل میڈیا سے مستفید ہوتا ہے اور کالم ٹال دیتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ اپنے مخصوص طنزیہ لہجے کا استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہم لوگ نہ صرف اصلی نام سے لکھتے ہیں بلکہ کالم کے ساتھ گھڑے جتنی تصویر بھی چھپتی ہے۔"(۶)

ظفر اقبال کی کالم نگاری نہ صرف روایتی کالم نویسی کے راستے پہ چلتی ہے بلکہ ان کی کالم نویسی نئی روایت کی طرح بھی ڈالتی ہے۔ ظفر اقبال نے کالم نگاری میں وہ استراعیں کی ہیں۔ ان کی پہلی استراع "سُرخیاں اُن کی متن ہمارے" اور دوسری استراع "کالم نویسی میں پیروڈی" کی ہے۔ ان دونوں استراعوں کے موجد ظفر اقبال ہیں اور یہ استراعیں باقی کالم نویسوں کے ہاں بالکل نہیں پائی جاتیں۔ وہ اپنے معاصر ادیبوں کے ذہنی رجحانات پہ گہری نظر رکھتے ہیں بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ وہ اپنے معاصر ادیبوں کی نفسیات سے کماحقہ واقف ہیں۔ وہ گہرے شعور کے مالک ہیں اور انھوں نے اپنے مختلف کالموں میں اپنے معاصر ادیبوں کی فرضی وفیات کے کتبے تحریر کیے ہیں جن میں ان کی وفیات کی جملہ وجوہات کو ظریفانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کتبوں کی بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں موقع محل کے مطابق اشعار کا استعمال کیا گیا ہے۔ ۱۷ اگست ۲۰۱۴ء کے کالم میں کتبے کے ذیلی عنوان سے عطاء اللہ قاسمی کا کتبہ یوں لکھتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

"اپنے ہی ایک کالم پر ہنستے ہنستے دوہرے ہو گئے اور پھر سیدھے ہونے کا موقع ہی نہ مِلا اور اسی عالم میں فرشتہ اجل نے آکر کر کام تمام کر دیا، اگرچہ موصوف نے کافی مزاحمت کی اور فرشتہ مذکور کو ایک آدھ لات بھی رسید کی لیکن بے سود۔ نمازِ جنازہ وزیرِ اعظم نے خود پڑھائی اور مرحوم کے چیدہ چیدہ اشعار ترنم کے ساتھ اہلِ جنازہ کو سُنائے جن میں سے اکثر کی گھگی بندھ گئی جسے بڑی مشکل سے کھولا گیا۔ امجد اسلام امجد نے دورانِ جنازہ ایک دلدوز چیخ ماری اور لڑکھڑا کر گرتے ہی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آخر دونوں دوستوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تاکہ دونوں کا دِل لگا رہے۔"(۷)

عطاء الحق قاسمی پاکستان کے نامور ادیب ہیں اور نواز شریف کے دورِ حکومت میں وہ خاصے اُن کے قریب رہتے ہیں۔ بیرونِ ملک میں سفارتکاری سے لے کر پاکستان ٹیلی ویژن کے چیئرمین کے عہدوں تک وہ انجوائے کر چکے ہیں۔ عطاء الحق قاسمی کے زیادہ کالم نواز شریف اور ان کی حکومت کی طرف داری میں ہوتے ہیں۔ اس لیے ظفر اقبال نے عطاء الحق قاسمی کی علامتی نمازِ جنازہ بھی نواز شریف سے پڑھوائی ہے۔

اسی طرح سید مشکور حسین یاد اُردو ادب میں انشائیہ کا ایک معتبر نام ہے اور انشائیہ نگاری کی صف میں اوّل ترین انشائیہ نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ظفر اقبال نے مشکور حسین یاد کی فرضی موت کو بھی انشائیہ ہی قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی اُردو ادب کا ایک معتبر حوالہ ہیں۔ اُردو ادب میں آپ کی گراں قدر خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر تحسین فراقی کی موت کیسے ہوئی اور ایسی کون سی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے تحسین فراقی کی موت ہوئی۔ اس بارے میں ظفر اقبال یوں رقمطراز ہیں:

"موسم سرماں کی ایک شام کو ایک قبرستان میں سے گزر رہے تھے کہ پاؤں جو رپٹا تو ایک بیٹھی ہوئی قبر کے گڑھے میں جا گرے۔ ضعفِ پیری کی وجہ سے ہزار کوشش کے باوجود باہر نہ نکل سکے۔ شام گہری ہونے پر دانت بجنے لگے تھے کہ باہر سے کسی کے گزرنے کی آواز آئی تو بولے کوئی مجھے باہر نکالے سردی سے بُرا حال ہو رہا ہے۔ جس پر راہگیر نے جواب دیا کہ سردے سے تمہارا بُرا حال ہونا ہی تھا تم پر کسی نے مٹی جو نہیں ڈالی۔ نمازِ جنازہ ڈاکٹر فخر الحق نوری نے پڑھائی اور ڈیڈ باڈی نے آنکھوں سے حاضرین جنازہ سے اپیل کی کہ مرحوم کی خدمت کو کم از کم چھ ماہ تک ضرور یاد رکھا جائے۔ مجلس ترقی ادب کا چپڑاسی یہ اندوہ ناک خبر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

سُن کر بے ہوش ہو گیا اور ابھی تک اسی حالت میں ہے۔ نوحہ ڈاکٹر ضیاء الحسن نے پڑھا، یعنی جتنا یاد تھا کیوں کہ وہ مسودہ گھر بھول آئے تھے۔"(۸)

ظفر اقبال بڑے کھُلے دل کے مالک ہیں۔ آپ ہر بات لگی لپٹی کے بغیر بڑی آسانی سے کہہ جاتے ہیں۔ آپ فقرے اور جملے کا گلا نہیں گھونٹتے بلکہ اسے اچھال کر مزاح کا رنگ پیدا کر دیتے ہیں۔ آپ کی موجودگی میں محفل کشتِ زعفران کا سا پیدا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ آپ نے اپنے احباب کی فرضی اموات کی وجوہات نہیں لکھیں بلکہ اپنی فرضی موت اور اس کی جملہ وجوہات بھی بیان کی ہیں۔ شاید آپ کا خیال تھا کہ آپ پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے۔ ظفر اقبال اپنی موت کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اچھے بھلے سوئے تھے کہ باہر کہیں بم وغیرہ پھٹنے کی دھمک ہوئی اور کارنس پہ سجائی ہوئی کلیات "اب تک" کی چاروں جلدیں سَر پر آگریں اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے موقع پر ہی آنجہانی ہو گئے۔ نمازِ جنازہ شمس الرحمٰن فاروقی نے بھارت سے آکر پڑھائی اور ایک دل دوز لیکچر دیا۔ خوش قسمتی سے جو کسی کی سمجھ میں نہ آیا اور اس طرح مزید کوئی اندوہ ناک واقعہ نہ ہو سکا۔ چونکہ قبل ازیں شعر گوئی سے تائب ہو چکے تھے اس لیے عذاب قبر میں قدرے نرمی کا اظہار کیا گیا۔ نذیر ناجی مرحوم کی شاعری پر روشنی ڈال ہی رہے تھے کہ روشنی چلی گئی تھی ارزیادہ اندھیرہ ہی ڈال سکے۔"(۹)

ظفر اقبال نے ان کے علاوہ جن شخصیات کے کتبے لکھے ہیں اُن میں بھارت سے گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی اور پاکستان سے انتظار حسین، اظہار الحق، ڈاکٹر صغریٰ صدف، ڈاکٹر سلیم الرحمٰن، حسن نثار اور خالد مسعود خان وغیرہ شامل ہیں۔ ظفر اقبال کے سیاسی کالموں میں پاکستان کی سیاست کے مختلف ادوار کے حوالوں سے بہت کچھ لکھا ہے مگر یہاں یہ بات قابلِ تعریف ہے کہ ظفر اقبال نے جس بات کو داخلی، خارجی اور تجزیاتی طور پر درست سمجھا اس بات کو لکھنے میں وہ پیچھے نہیں رہے۔ ان کے کالموں میں سچائی کا اظہار اکثر سنجیدہ بحث کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

ظفر اقبال کو اپنا مؤقف بیان کرنے کے لیے اگر طنز و ظرافت یا مزاح سے بھی کام لینا پڑا تو وہ اپنے راستے سے بالکل بھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ دو قدم آگے جا کر اپنے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ظفر اقبال کاغذ کا پیٹ بھرنے کے لیے نہیں لکھتے بلکہ جو اُن کے جی میں آیا فوراً لکھ دیا۔ انھوں نے ادیبوں کے کتبے ہی نہیں لکھے بلکہ انھوں نے ملک

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

کے سیاستدانوں کے بھی کتبے تحریر کیے۔ ظفر اقبال کے ان سیاسی کتبوں میں طنز کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ ایک دفعہ میاں نواز شریف کے طالبان کے ساتھ مذاکرات چل رہے تھے کافی دِنوں تک مذاکرات میں کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ آخر کار یہ مذاکرات ناکام ہو گئے۔ مذاکرات کی ناکامی پر نواز شریف کافی دلبر داشتہ ہوئے۔ ظفر اقبال، میاں نواز شریف کا کتبہ اس طرح لکھتے ہیں:

> "مذاکرات ناکام ہونے پر دل پکڑ کر بیٹھ گئے۔ عطاء الحق نے مرثیہ لکھا اور پڑھتے ہوئے دم دے دیا۔ مشترکہ نمازِ جنازہ خواجہ آصف نے پڑھائی جو اسی دورانِ فرطِ غم سے بے ہوش ہو گئے اور ابھی تک اسی حالت میں ہیں۔ طالبان نے اس سانحہ پر غم و غصہ کا اظہار کیا اور سوگ میں ایک گھنٹے کے لیے دہشتگردانہ کاروائیاں بند کر دیں۔ مرحوم نے آخری وقت تک امن پسندی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور اس کا انجام بھی دیکھ لیا۔"(۱۰)

علامہ ڈاکٹر طاہر القادری پاکستان عوامی تحریک کے بانی ہیں۔ اس بات میں کچھ شک نہیں کہ علامہ صاحب اعلیٰ پائے کے خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ مقرر بھی ہیں۔ "کون بدلے گا نظام" علامہ طاہر القادری کی جماعت کا نعرہ ہے۔ یہ ایک ایسا نعرہ ہے جو صرف قادری صاحب کے وطن واپس آنے پر ہی لگایا جاتا ہے۔ علامہ صاحب کا بنیادی مرکز انقلاب لانا ہے اور وہ انقلاب لانے کے لیے کبھی کبھار ملک میں آتے ہیں۔ علامہ صاحب اپنے مقصد کے حصول کے لیے خطاب کر رہے تھے کہ بم دھماکہ ہو گیا۔ اس کے بعد ظفر اقبال لکھتے ہیں:

> "انقلاب کے لیے دو کروڑ کی جماعت کھڑی ہی تھی کہ بم دھماکہ ہو گیا اور بھگدڑ کی زَد میں آ کر جاں جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ جس سے پہلے عزرائیل کے ساتھ پُر زور مباحثہ کیا جس نے آرڈر دکھا کر بڑی مشکل سے چپ کرایا۔ اپنی نمازِ جنازہ خود ہی پڑھ چکے تھے اس لیے آہوں اور سسکیوں کے درمیان قبر میں اُتارا گیا اور جملہ انقلابی سینہ کوبی کرتے ہوئے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ حکومت نے بعد از مرگ ستارۂ جرات سے نوازا۔ غم زرگان نے دس روز کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کی مہم شروع کر دی جو ہنوز جاری ہے۔"(۱۱)

پرویز مشرف کی حکومت ختم ہونے کے بعد پرویز مشرف پہ غداری کا کیس چل رہا تھا۔ پرویز مشرف جب اس کیس سے بَری ہوئے تو انھیں بے حد خوشی ہوئی۔ پرویز مشرف کی یہ خوشی قابلِ دید تھی، اس خوشی کو ظفر اقبال پرویز مشرف کی فرضی موت کا سبب بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

"عدالت سے ملک چھوڑنے کی اجازت ملنے پر شادی مرگ میں مبتلا ہو کر اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف بذریعہ دوبئی کوچ کیا۔ صدمے سے احمد رضا قصوری اس وقت سے بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔ بیرسٹر سیف جنھیں پورے انہماک سے سننے میں مصروف ہیں اور ان کا مطلب بھی نکال نکال کر بیان کر رہے ہیں۔ نمازِ جنازہ اکرم شیخ نے پڑھائی اور فرطِ غم سے چارپائی کے اوپر گر پڑے جو ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی لیکن میت محفوظ رہی۔ میاں نواز شریف نے آسماں سے خصوصی تعزیتی پیغام ارسال کیا اور شہباز شریف نے سات دن کے سوگ کا اعلان کروایا۔"(۱۲)

ظفر اقبال ایسے ناقد ہیں کہ وہ کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ وہ اس وقت کس مقام پہر ہیں اور اُن کے کتنے پیروکار ہیں۔ اُن کے دماغ میں جو چیز آجاتی ہے وہ بغیر لحاظ اور تعلقات کی پرواہ کیے بغیر اپنے کالموں کی نذر کر دیتے ہیں۔ وہ ایک ایسے ناقد ہیں کہ جو بھی تحریر ان کے سامنے آجاتی ہے اُن کی طبیعت فوراً تنقید پر آجاتی ہے۔ ظفر اقبال کی یہ تنقیدی بصیرت اُردو ادب کے لیے فائدہ مند بھی ہے اور غنیمت بھی ہے۔

ظفر اقبال کے نزدیک غزل ایک ایسے بہاؤ کا نام ہے جو ایک شاعر کے اندر مستقل مزاجی سے چلتا ہے اور مختلف راستوں سے گزرتا ہوا اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ ان کے نزدیک غزل کے اس بہاؤ میں کمی یا بیشی اس وقت ہوتی ہے جب ایک شاعر یہ تصور کر لیتا ہے کہ اس کا کہا ہوا مستند ہے۔ ایک شاعر کے نزدیک شاعرانہ اٹکھیلیاں اس وقت جائز اور قبول ہوتی ہیں جب وہ مسلسل محنت سے اپنا مقام پیدا کر لیتا ہے اور اس کی شناخت اور پہچان ہو جاتی ہے۔ ان کے نزدیک ایک ہی خیال، ایک ہی لہجہ، ایک جیسے موضوعات کو بار بار بیان کرنے والا اعلیٰ ادیب نہیں ہو سکتا۔ ان کے نزدیک ایک شاعر کو خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہنا چاہیے۔

ظفر اقبال ایک خاص مقصد اور نقطۂ نظر کے تحت کیے جانے والی شاعری کو بھی بڑی شاعری قرار نہیں دیتے اور نہ ہی قاری کی سماعتوں پر خوش کن اثرات مرتب کرنے والی شاعری گردانتے ہیں۔ ظفر اقبال نے اپنے کالموں میں بلا تفریق چھوٹے اور بڑے شاعروں کو شامل کیا ہے۔ ظفر اقبال نے مضافات میں رہنے والے اچھے شعراء کو بھی اپنے کالموں میں جگہ دی ہے۔ انھیں جو بھی غزل پسند آجاتی تھی اس شاعر کا تعلق خواہ کسی بھی شہر سے ہوتا وہ اس غزل کو اپنے کالم کی زینت بناتے۔ ۱۲/ اکتوبر ۲۰۲۳ء کے روزنامہ "دنیا" میں کاشف مجید کی غزل ملاحظہ فرمائیے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

"وہ شخص یونہی نہیں مہربان ہوتا ہے
کھرا نکلتا ہوں جب امتحان ہوتا ہے
میں آدھا خواب میں ہوں، آدھا خواب سے باہر
عجیب طرح کا مجھ کو گمان ہوتا ہے
میں عشق کرتا ہوا اس مقام تک آیا
جہاں زمیں نہ کوئی آسمان ہوتا ہے
میں ہنستا رہتا ہوں گھر میں بھی اور باہر بھی
ہنسی ہنسی میں مرا امتحان ہوتا ہے"(۱۳)

ظفر اقبال اُردو غزل میں روایت نگاری کے سخت خلاف ہیں۔ ان اک نظریہ ہے کہ ایک شاعر کو اپنی مرضی سے الفاظ کا استعمال کرنا چاہیے۔ شاعری جہاں تک پہنچ چکی ہے اسے اس حد سے بھی آگے جانا چاہیے۔ ان کا خیال ہے کہ جس قسم کی شاعری ہو چکی ہے اگر کوئی شاعر اس میں اضافہ نہیں کرتا تو اس کی شاعری کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے وہ جدت سے بھرپور شعراء کو پسند کرتے ہیں اور ان کی شاعری کو اپنے کالموں میں جگہ دیتے ہیں۔ مسعود احمد کی ایک غزل ظفر اقبال کے کالم میں دیکھئے:

"اس ماحول میں ہنسنا رونا ایک سا ہے
اٹھنا بیٹھنا جاگنا سونا ایک سا ہے
رنگ ہوا ہے ایک لہو اور پانی کا
ان کے ساتھ نہانا دھونا ایک سا ہے"(۱۴)

ظفر اقبال، مسعود احمد کو اپنے بعد اوکاڑا کا ادبی وارث قرار دیتے ہیں۔ مسعود احمد جدّت کے اعتبار سے شاعری کی اعلیٰ مسند پر فائز ہیں۔ مسعود احمد اہلِ زبان تو نہیں ہیں مگر زبان دانوں کے اعتبار سے روزمرہ اور محاورے کا استعمال خوب صورتی سے کرتے ہیں کہ کبھی کبھی اُن پر اہلِ زبان ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ ظفر اقبال، مسعود احمد کی شاعری کو گاہے گاہے اپنے ادبی کالموں کا حصہ بناتے رہتے ہیں۔ ظفر اقبال کے ۱۷/اکتوبر ۲۰۱۷ء کے کالم میں مسعود احمد کی ایک اور غزل ملاحظہ فرمائیے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

"سانسوں کی مزدوری کرتے مَر گئے ہیں
اپنی عمریں پوری کرتے مَر گئے ہیں
کتنے کام ضروری کل پہ ٹالے تھے
کتنے کام ضروری کرتے مَر گئے ہیں
پہلے اسے مکمل کرکے سوچا تھا
اب وہ بات ادھوری کرتے مَر گئے ہیں
مار دیے ہیں آخر کچھ گمنامی نے
کچھ اپنی مشہوری کرتے مَر گئے ہیں
خون پسینہ گوندھ کے بنجر دھرتی میں
مٹی کو کستوری کرتے مَر گئے ہیں"(۱۵)

ظفر اقبال کے نزدیک شاعری ایک ایسے جذبے کا نام ہے جو نہ صرف زندگی کے ایک ہی پہلو پر روشنی ڈالتا ہے یا اسے اجاگر کرتا ہے بلکہ یہ جذبہ کثیر التعداد محبتوں، جذبوں اور جہتوں کا غماز بھی ہوتا ہے۔ شاعری کا یہ جذبہ مختلف رویوں کی عکاسی بھی کرتا ہے اور اجتماعی رویوں کی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ظفر اقبال کے بے شمار کالم شعر وادب کے زمرے میں آتے ہیں۔ انھیں اپنے نظریات اور خیالات کے اظہار کے لیے بحث ومباحثہ بھی پسند ہے۔ وہ سیاست کے کھُلم کھلا اظہار کو بھی اپنے لیے شجرِ ممنوعہ نہیں سمجھتے مگر کالم نگاری میں حکایت سرائی اور داستان نویسی کے اودھ پنچی انداز سے انھیں کوئی رغبت نہیں ہے۔ اپنی زبان کی سادگی کے حوالے سے ان کے کالم صحافتی بھی ہیں۔ ہاں البتہ وہ شعر وادب کے حوالوں سے بات کرتے ہیں تو ان کے کالم ادبی نظر آتے ہیں۔ اپنے دھیمے مزاج کی وجہ سے ان کے کالم تقریر وخطابت کی شعلہ سامانی سے تعلق نہیں رکھتے۔ ان کے کالم میں صاحبِ اسلوب شاعر عباس تابش کی غزل ملاحظہ ہو:

"میں ڈر رہا ہوں نجومی کے پاس جاتے ہوئے
وہ روپڑے نہ میرا زائچہ بناتے ہوئے
میں اس لیے بھی بہت چیختا کراہتا ہوں
کہ تھک نہ جائے کوئی مجھ پہ ظلم ڈھاتے ہوئے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

زمانہ یاد دِلاتا ہے مجھ کو میرا نام
یہاں تک آگئی نوبت تجھے بھلاتے ہوئے
بتا اے دربدری لفظ ہیں کہ اینٹیں ہیں
مکاں بنا لیا میں نے غزل بناتے ہوئے
اسی لیے تو مرے گھر میں روشنی نہ ہوئی
ہوا سے پوچھتا تھا میں دِیا جلاتے ہوئے
عطا ہے جس کی وہی مجھ میں بولتا ہے میاں
سو میں بھی میں نہیں ہوتا غزل سناتے ہوئے
یہ میں جو تم کو فلک پر دکھائی دیتا ہوں
یہ پَر لگے ہیں کسی اور کو اُڑاتے ہوئے
گلی کے موڑ کا میں بوڑھا پیڑ ہوں تابشؔ
نظر میں رکھتا ہوں سب لوگ آتے جاتے ہوئے"(۱۶)

اللہ کے حکم سے جب یہ کائنات معرضِ وجود میں آگئی تو کائنات کے ساتھ ساتھ فطرت نگاری بھی عمل میں آگئی۔ فطرت نگاری اس کائنات کی بے پایہ وسعتوں کی زینت ہے۔ سورج، چاند، ستارے، پھول، کلیاں، آسمان، ہوائیں، فضائیں، چرند، پرند، پہاڑ، دریا، ندی نالے، سمندر اور صحرا یہ تمام کائنات کے حُسن میں بے پناہ اضافہ کرتے ہیں اور انسانی فطرت اور طبعیت کو مسحور کرتے ہیں۔ اللہ نے ان تمام چیزوں کو انسانوں کے لیے مسخر کر دیا ہے۔ فطرت سے محبت اور لگاؤ ایک فطری چیز ہے۔ کائنات کا ہر شخص فطرت سے محبت کرتا ہے اور جو انسان ایسا نہیں کر سکتا وہ فطرت شناس نہیں ہے۔ فطرت شناسی بھی ایک فن ہے جسے سمجھنا ہر انسان کے بس کا روگ نہیں۔

ظفر اقبال اس فن میں طاق ہیں۔ ان کے پاس ایسی حس ہے جو فطرت اور عناصرِ فطرت کو محسوس کرتی اور سمجھتی ہے۔ ظفر اقبال فطرت کی عکاسی کا اظہار مختلف زاویوں سے کرتے ہیں۔ وہ اپنے کالموں میں کبھی پودوں کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی پھولوں کا ذکر کرتے ہیں۔ کبھی پیڑوں کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی پرندوں اور جانوروں کے ذکر کو اپنے کالم کی زینت بناتے ہیں۔ فطرت کی عکاسی ان کی زندگی کا لازمی جزو ہے۔ وہ اگر فطرت کی بات نہ کریں تو

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

انھیں چین نہیں آتا بلکہ وہ بے چینی محسوس کرتے رہتے ہیں۔ اپنے ایک کالم میں وہ "فاختہ" کے متعلق یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

> "یہ اَمن کی علامت ہے لیکن یار لوگوں نے جال لگا لگا کر اس کی نسل ختم کر دی ہے۔ اس لیے بھارت اور پاکستان میں امن قائم نہیں ہو رہا۔ فاختہ انڈے دیتی ہے جن سے کوّا ضیافت کا اہتمام کرتا ہے۔ قمری اس سے ذرا چھوٹی ہوتی ہے اور زیادہ خوب صورت ہوتی ہے۔"(۱۷)

ظفر اقبال کے اکثر کالموں میں شتر مرغ، مرغی، کبوتر، بٹیر، تیتر، فاختہ، تلیر، چڑے، پدی، کوئل، کمادی ککڑ اور ایسے بے شمار پرندوں کا ذکر جا بجا ملتا ہے۔ اسی طرح پھولوں کے بارے میں بھی ان کا بیان نہایت دلچسپ ہے ۔ وہ پھولوں کے کھلنے کا بے صبری سے انتظار کرتے ہیں۔ ان کی زندگی میں پھولوں کی بہت اہمیت ہے۔ ان کے مطابق پھولوں کا روزمرہ کی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ وہ اکثر و بیشتر کہتے ہیں کہ ہماری زندگی میں حُسن اور تروتازگی پھولوں سے ہی آتی ہے۔ سٹرس کے پودے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "سٹرس کے پودے کافی دنوں سے پھولے ہوئے ہیں اور مجھے ان پر پھل لگنے کا شدت سے انتظار ہے لیکن میرا خیال ہے کہ جتنی جلدی مجھے ہے پودوں کو نہیں ہے۔"(۱۸)

فکشن جس میں داستان، ناول، افسانہ، آپ بیتی اور ڈرامہ شامل ہیں ظفر اقبال نے ان اصناف کے بارے میں کھُل کر لکھنے کی بجائے دبے دبے لفظوں میں ان کی گاہے گاہے وضاحت کی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ان کو فکشن نگاری سے لگاؤ نہیں تھا۔ انھوں نے خود کبھی زمانہ طالب علمی میں ایک ہی افسانہ لکھا، اس کی بنیادی وجہ شاید یہ ہے کہ ان کو شاعری اور کالم نگاری سے ہی لگاؤ رہا ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی ظفر اقبال نے فکشن نگاری پر تنقید بھی کی ہے اور بے شمار کالم بھی لکھے ہیں۔ شاعری اور فکشن کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ فاصلہ ظفر اقبال ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ شاعری اور فکشن ایک دوسرے پر براہِ راست اثر انداز ہو سکیں اور اس سے اُردو ادب کو فائدہ پہنچ سکے۔ چنانچہ وہ ۸ جولائی ۲۰۱۵ء کے کالم میں عبداللہ حسین کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "میں نے انھیں ایک بار کہا کہ شاعر کو فکشن اور فکشن رائٹر کو شاعری ضرور پڑھنی چاہیے بلکہ دونوں کو ایک دوسرے کے فن پر اظہارِ خیال بھی کرنا چاہیے جس سے انھوں نے اتفاق بھی کیا۔ میرا نقطۂ نظر تھا کہ نثر اور شاعری کو ایک دوسرے سے اتنا دور نہیں ہونا چاہیے بلکہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے کی کوشش بھی کرنی چاہیے جس سے دونوں میں ایک تازگی کا امکان بھی موجود ہے جبکہ یہ بجائے خود ادب کے لیے کئی حوالوں سے فائدہ رساں ہے۔"(۱۹)

ظفر اقبال کے نزدیک افسانہ ایک معیاری، متاثر کُن اور دل سوز تحریر پر مشتمل ہونا چاہیے۔ افسانے کا پلاٹ اس قدر مضبوط ہو کہ وہ قاری کو اپنی گرفت سے باہر نہ نکلنے دے اور وہ افسانہ قاری کا پسندیدہ افسانہ بن جائے۔ افسانہ لفظی جدت سے بھرپور ہونا چاہیے۔ افسانے میں کہانی کا موجود ہونا اتنا ہی ضروری ہوتا ہے جتنا کھانے میں نمک کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جس طرح بغیر نمک کے کھانا بے مزہ اور پھیکا لگتا ہے اسی طرح مضبوط کہانی کے بغیر قاری کو بھی افسانہ بے مزہ لگتا ہے۔ افسانے میں کہانی ایک بنیادی جزو ہے اس کے بغیر افسانے میں دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر افسانے میں کہانی نہ ہو تو قاری کو وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔

ظفر اقبال اُردو افسانے کی موجودہ صورتِ حال سے کچھ مطمئن نظر نہیں آتے۔ ان کے نزدیک موجودہ دور میں کہانی کو افسانے سے خارج کر دیا گیا ہے اور افسانے پر تشدد کیا جا رہا ہے اور ساتھ قاری بھی اس زد میں آیا ہوا ہے مگر یہ رائے ظفر اقبال کی حتمی رائے نہیں ہے۔ شاید اس کی بنیادی وجہ یہ ہے وہ جدید افسانہ نگاری سے بے خبر تھے یا انھوں نے افسانہ نگاری کا مطالعہ چھوڑ دیا تھا مگر جونہی انھوں نے جدید افسانہ نگاروں کو پڑھنا شروع کیا تو اُن کی رائے افسانہ نگاری کے بارے میں تبدیل ہو گئی۔ اس سلسلے میں وہ اپنے ایک کالم ۲۷ نومبر ۲۰۱۷ء میں "علی اکبر ناطق کے افسانے" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"شاہ محمد کا تانگہ" یہ شاعر، نقاد اور فکشن رائٹر علی اکبر ناطق کے افسانوں کا دوسرا مجموعہ ہے جسے ساکھ پبلی کیشنز لاہور نے چھاپا اور قیمت ۳۰۰ روپے رکھی ہے۔ انتساب سید گلزار حسنین کے نام سے ہے جو اوکاڑا ہی کے ایک فکشن رائٹر اور سفر نامہ نویس ہیں۔ فکشن ایک عرصے سے میرے چائے کی پیالی نہیں ہے لیکن علی اکبر اتنا چالاک آدمی ہے کہ پہلے اس نے بہلا پھسلا کر تین چار سو صفحات پر مشتمل "نو لکھی کوٹھی" مجھے پڑھوا دیا اور اب یہ افسانے، لیکن اس کا ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ اب میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے فکشن بھی پڑھنی چاہیے ورنہ میں شاید میں نے آخری ناول انتظار حسین کا "آگے سمندر ہے" اور مستنصر حسین تارڑ کا "بہاؤ" پڑھا تھا اور اب مجھے مزید فکشن پڑھنی پڑے گی۔"(۲۰)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

ناول اُردو ادب میں ایک اہم ترین صنف ہے۔ اس کا دائرہ افسانے کے مقابلے میں بہت وسیع ہے۔ ظفر اقبال کے نزدیک ناول مین بھی جاندار کہانی ہونا ضروری ہے۔ انسانی ذہن کے ادراک سے بعید واقعات کا بیان ناول کے حُسن کو نکھارنے کی بجائے اس کے حُسن میں کمی کا باعث بنتے ہیں۔ وہ اپنے کالم جس کا ذیلی عنوان ہے "عبداللہ حسین، کون دیس گئیو۔۔۔" عبداللہ حسین کے ناول "اداس نسلیں" پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ایک جگہ انھوں نے ایک عورتوں کے ہاتھوں سے یکے بعد دیگرے تین مَردوں کو قتل کر دینا بیان کیا ہے۔ اس نے اس سے اختلاف کیا، ایک امام مسجد کے ہاتھوں مسجد کے باہر پتھر مار کر ایک نوزائیدہ حرامی بچے کا سَر کچلنے پر بھی میرا اختلاف تھا کہ آدمی چاہے وہ لادین ہی کیوں نہ ہو، اتنا سفاک نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ انھوں نے ایک عورت کے ہاتھوں درانتی کے وار سے سامنے بیٹھے ہوئے مَرد کا عضو کاٹ دینے کا جو ذکر کیا ہے میں نے اس سے بھی اختلاف کیا اور لکھا کہ جو نقشہ انھوں نے کھینچا ہے اس صورت میں ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ کہانی کو تعقلاتی منطقت سے باہر نہیں نکلنا چاہیے اور جو کچھ مصنف لکھے، ضروری ہے کہ ساتھ ساتھ قاری کو قائل بھی کرتا جائے"(۲۱)

ظفر اقبال کے نزدیک کہانی اور قاری کے نزدیک کوئی حد نہیں ہونی چاہیے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ اگر کہانی قاری کو ساتھ لے کر نہیں چلتی تو یہ کہانی کے کمزور ہونے کی دلیل ہے اور فکشن رائٹر کہانی کے اصول و ضوابط سے نابلد ہے۔ ایک اعلیٰ درجے کے ادیب کا یہ کمال ہے کہ وہ قاری کو کہانی کے ساتھ ساتھ ایسے لے کر چلتا ہے جیسے انسان اپنے سائے کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ فکشن رائٹر کو کہانی اس انداز سے کہنی چاہیے کہ اس کا قاری لمحہ لمحہ کہانی کے ساتھ ساتھ چلتا رہے اور کسی بھی لمحہ قاری اپنے آپ کو کہانی سے الگ نہ سمجھے۔ مثال کے طور پر ظفر اقبال اپنے ۲۷/اپریل ۲۰۱۵ء کے کالم میں جس کا ذیلی عنوان ہے "طاہرہ اقبال کا نیا ناول" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "طاہرہ اقبال نے افسانے اور ناول نگاری میں اپنے لیے مختصر عرصے میں جو نام اور پہچان پیدا کی ہے وہ دورائے نہیں ہو سکتی، علی اکبر ناطق کے ناول کے بعد یہ دوسرا انتہائی قابلِ مطالعہ ناول ہے جو ایک ہی سال کے دوران شائع ہوا۔ کوئی ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل یہ ناول دوست پبلی کیشنز نے چھاپا اور اس کی قیمت ۱۰۵۰ روپے رکھی ہے۔ انتساب بار کے قدیمی باشندوں کے دادا جی ملک عنائیت اللہ اعوان کے نام ہے۔ اس کا پیش لفظ مستنصر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

حسین تارڑ نے لکھا ہے جو اپنی جگہ پر ایک حرفِ آخر بنتے جا رہے ہیں۔ طاہرہ کا ناول "نیلی بار" پڑھ لیں تو بلونت اور بیدی تو کیا مجھے بھی فراموش کرتے طاہرہ کے چرنوں میں گر جاتے، اسے اپنا ایک گرو امن کر ایمان لے آتے کہ "نیلی بار" بھی تو گرنتھ صاحب کی جادوئی تفسیر ہے۔"(۲۲)

ظفر اقبال چونکہ قیامِ پاکستان کے بعد سے لکھ رہے ہیں۔ اس لیے پاکستانی ادب کی ساری تاریخ کے وہ چشم دید گواہ ہیں۔ وہ تمام ادبی رسالے جو ادب کی خدمت کے لیے جاری ہوئے اور وہ تمام جرائد جو کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے شروع کیے گئے سب ان کے سامنے چلے اور بند ہوئے۔ اس لیے ظفر اقبال کی رائے کسی بھی ادبی شخصیت، رسالے یا کتاب کے بارے میں تاثراتی نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ رائے پورے مشاہدے اور وثوق سے پیش کرتے ہیں۔ ظفر اقبال ہمارے عہد کے وہ پہلے شاعر، نقاد اور کالم نگار ہیں جو کسی بھی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر ہر ادیب کی سند پر ببانگِ دہل بات کرتے ہیں۔

ظفر اقبال صاحبِ بصیرت، نقاد اور کالم نگار ہیں۔ وہ اپنے اسلوب میں سادہ اور بات کہنے میں جس قدر واضح ہیں ان کے علاوہ اُردو ادب میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ شاعری ہو یا کالم نگاری وہ اپنا تخلیقی اور تنقیدی نظریہ رکھتے ہیں۔ ظفر اقبال شاعری کے ساتھ ساتھ تخلیقات کو بھی تخلیقی نقطۂ نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں۔ انھوں نے افسانہ، ناول، سفر نامہ اور تنقیدی کتابوں کو جس گہری اور تنقیدی نظروں سے دیکھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک مکمل ادیب ہیں اور انھیں نظم و نثر پر مکمل عبور حاصل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ فیروز الدین، مولوی، "فیروز اللغات" (جلد اوّل)، لاہور، فیروز سنز لمیٹڈ، ۲۰۰۵ء، ص ۹۷۷

۲۔ شفیق جالندھری، ڈاکٹر، "کالم نویسی"، لاہور، اے ون پبلیشرز، ۱۹۹۳ء، ص ۱۵

۳۔ عبد السلام خورشید، ڈاکٹر، "فن صحافت"، لاہور، مکتبہ کاروان، ۱۹۹۸ء، ص ۸۸

۴۔ سر سید احمد خان، مضمون: "تہذیب و مقاصد"، مشمولہ، "تہذیب الاخلاق" (جلد اوّل)، یکم شوال ۱۳۱۱ھ، ص ۸۴

۵۔ ظفر اقبال، کالم: "کچھ کالموں کے بارے میں"، مشمولہ، روزنامہ دنیا، لاہور، ۲۴ اکتوبر ۲۰۱۴ء، ص ۱۳

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-04

ماخذ تحقیقی مجلہ

۶۔ ایضاً

۷۔ ظفر اقبال، کالم: "کتبے"، ۱۷ اگست ۲۰۱۴ء، ص ۱۳

۸۔ ایضاً

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ظفر اقبال، کالم: "سرخیاں، متن اور کاشف مجید"، ۱۲ اکتوبر ۲۰۲۳ء، ص ۹

۱۴۔ ظفر اقبال، کالم: "برف کی چادر، مسعود احمد اور خانہ پُری"، ۵ نومبر ۲۰۱۷ء، ص ۱۳

۱۵۔ ظفر اقبال، کالم: "سرخیاں، متن اور مسعود احمد کی شاعری"، ۱۷ اکتوبر ۲۰۱۷ء، ص ۱۳

۱۶۔ ظفر اقبال، کالم: "سرخیاں، متن اور عباس تابش"، ۶ فروری ۲۰۱۸ء، ص ۱۳

۱۷۔ ظفر اقبال، کالم: "ہمارے پرندے"، ۸ دسمبر ۲۰۱۶ء، ص ۱۳

۱۸۔ ظفر اقبال، کالم: "وہی چڑیاں، کوّے اور وہی گل و بلبل"، ۵ جولائی ۲۰۱۶ء، ص ۱۳

۱۹۔ ظفر اقبال، کالم: "اردو افسانے کا نیا روپ"، ۱۳ جولائی ۲۰۱۵ء، ص ۱۳

۲۰۔ ظفر اقبال، کالم: "علی اکبر ناطق کے افسانے"، ۲۷ نومبر ۲۰۱۷ء، ص ۱۳

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ ظفر اقبال، کالم: "نیلی بار، طاہرہ اقبال کا نیا ناول"، ۲۷ اپریل ۲۰۱۷ء، ص ۱۳